حقیقت یہ ہے کہ ''جمہوریت'' کفر کی کوکھ سے نکلا ہوا ایک خبیث شجر ہے، جو کسی صورت میں بھی ''اسلامی'' نہیں ہوسکتا۔ اس کو 'اسلامی' بنانے کوششیں ہوئیں؛ لیکن آج اس کا دجل وفریب بالکل واضح ہوگیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی قوم کے رذیل ترین آدمی کا سردار یا حکمران بننے کی بتائی تھی۔ تو آج جمہوریت نے یہ کرشمہ بھی دکھا دیا ہے۔ اب غلط فہمی کی مزید کیا گنجائش ہے؟

''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' کے مصداق جمہوریت میں جو چیز ظاہراً نظر آتی ہے، باطن میں اس کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ آج کے بڑے جمہوری ملکوں میں بھی باطن آمریت ہے، کہیں شخصی آمریت ہے، کہیں کچھ اداروں کی۔ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اداروں کی آمریت کسی طور پر شخصی آمریت سے کم ضرررساں نہیں ہے۔ رائے عامہ کا دخل کہیں بھی نہیں ہے۔ اور اگر کہیں دخل ہے بھی، تو اس کو میڈیا کے زور پر گمراہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

جمہوریت میں محض اکثریت اور عوامی رائے کی قبولیت اور احترام کا بلند بانگ دعویٰ کیا جاتا ہے۔

(اولاً) اسلام کے نزدیک اس طریقے سے راہ صواب قطعاً نہیں مل سکتا۔ درجنوں دلائل اس حوالے سے دیے جاسکتے ہیں کہ اسلام اکثریت کے فیصلے کو ہر حال میں قبول کرنے کا روادار بالکل نہیں ہے۔

(ثانیاً) عملاً جمہوریت میں کبھی اکثریتی رائے سے فیصلہ ہوتا ہی نہیں اور نہ ہی کوئی نمائندہ اکثریت کے بل بوتے پر منتخب ہوتا ہے۔ اگر پوری طرح Analysis کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ جمہوریت اکثریتی فیصلے کو نہیں، بلکہ اقلیت کے فیصلے کو نافذ کرتی ہے۔ قرآن وسنت اور آثار سلفؒ کے متواتر دلائل سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ جمہوریت اسلام کی ضد ہے۔ نبی مقدس ﷺ نے دور آخر میں جس جبر کے نظام کی خبر دی تھی، وہ بھی بلاشبہ جمہوریت ہی ہے۔ اور آج اس کی بدولت اہل حق وصداقت پر جو جبر کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں، تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اسلام کا مطلوبہ نظام حکومت صرف اور صرف خلافت علی منہاج النبوۃ ہے، جس کی خبر بھی نبی ﷺ نے احادیث صحیحہ کے ذریعے ہم تک پہنچائی ہے۔ اس کے احیاء کا راستہ بھی نبی ﷺ خود امت کو دکھلا گئے ہیں۔ اس سے بڑا احسان اس امت پر کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن بدنصیبی ہے اس امت کی، جو یقینی کامیابی وکامرانی کی طرف لے جانے والی نبوی شاہراہ کو چھوڑ کر طاغوت کے دجل وفریب کی اسیر ہوگئی۔ اور جمہوریت جیسے غیر اسلامی کافرانہ نظام سیاست سے احیائے خلافت کی امیدیں استوار کرلیں۔

شریفانہ تجارت

اسلامی معیار

جناب جاوید چودھری

آہ! وہ وقت پھر کبھی آئے گا؟

بازار میں اچانک شدید دھکم پیل اور شور وغل شروع ہوا ''عرب آگئے، عرب آگئے'' لوگ گھروں، دکانوں اور محلوں سے نکلنے لگے...... ان سب کی منزل شہر سے باہر کھلی منڈی تھی۔ سامنے عرب تاجروں کا قافلہ لمبے لمبے چغے پہنے، چہروں پر مسکراہٹ لیے، تسبیح پڑھتے ہوئے پڑاؤ ڈال رہا تھا۔ سواریوں سے سامان اتارا جا رہا تھا۔ اہل قافلہ تھکے ہوئے تھے۔ وہ کہتے رہے: ''منڈی صبح لگے گی اور صبح ہی سودا بیچیں گے۔'' لیکن اہل شہر کا اصرار تھا: نہیں ہم تو ابھی خریدیں گے۔ وہ ابھی، اسی وقت خریدنے پر بضد تھے۔ چھوٹے تاجر اپنے سردار کے پاس گئے۔ لوگوں کی بھیڑ بڑھتی گئی۔ سردار نے بھی لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی اور شام کے پھیلتے ہوئے اندھیروں کی طرف اشارہ کیا۔ اپنا تھکا ماندہ قافلہ دکھایا۔ دھول سے اٹے ہوئے گھوڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن لوگ پھر بھی ماننے کو تیار نہیں تھے......

سردار کو مجبوراً منڈی لگانی پڑی۔ بوریوں اور تھیلوں کے منہ کھل گئے۔ سامان سے میدان اٹ گئے۔ لوگ خوشی خوشی بولیاں دینے لگے۔ مول تول ہونے لگا۔ سودا بکنے لگا۔ اسی خرید وفروخت میں رات ہوگئی تو مشعلیں روشن کی گئیں۔ صبح ہونے تک قافلہ کا سارا سامان فروخت ہو چکا تھا۔ یہ سیلون کی ایک دور دراز بستی تھی اور غالباً بارہویں صدی عیسوی کا منظر تھا......

عرب تاجر بحری جہازوں پر سامان بھر کر سیلون کے جزیروں پر اترتے تھے۔ لوگ مہینوں ان کا انتظار کرتے تھے۔ جونہی ان کی آمد کی خبر پہنچتی؛ لوگ سونا چاندی لے کر قافلے کے گرد جمع ہو جاتے۔ بولی لگاتے یہاں تک کہ خالی بوریوں تک کو خرید کر لے جاتے۔ اس وقت یورپی، جاپانی اور چینی تاجروں کے قافلے بھی سیلون آتے تھے؛ لیکن عربوں کا مال معیار میں ان سے زیادہ بہتر ہوتا تھا۔ یہ لوگ ''مسلمان'' تھے، مال خالص اور ناپ تول میں پورا ہوتا تھا۔ یہ مسلمان عرب تاجر بہت زیادہ منافع کمانے کے قائل بھی نہیں تھے۔ اگر ان کے مال میں نقص ہوتا تو بولی سے پہلے خریدار کو بتا دیتے تھے۔ اگر بعد از فروخت کوئی عیب نکل آتا تو دوسرے پھیرے میں تبدیل کرتے تھے۔ کوئی چیز تول کر دیتے تو لوگ تسلی سے لے لیتے۔

آج بھی سری لنکا میں ابراہیم، عمر، ابوبکر، عثمان اور محمد علی جیسے نام بکثرت ملیں گے۔ یہ تمام انہی گاہکوں کی اولاد